هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۹ر اپریل ۸۲ء۱۹
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور
ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — مولانا زاہد الراشدی

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے زبور میں یہ بات نازل فرمائی کہ عقلمند پر ضروری ہے کہ وہ ان تین باتوں کے علاوہ اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ (۱) قیامت کے لئے تیاری (۲) معاش کے لئے محنت اور حلال طریقہ سے لذت کا حصول۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی اور تین درجات کی بلندی کا باعث ہیں — اور تین کفارات ہیں۔

نجات دینے والی چیزیں (۱) اللہ تعالےٰ سے ظاہراً اور مخفی ڈرنا۔ (۲) فقر اور غنیٰ میں میانہ روی اور (۳) رضا اور غصہ میں اعتدال۔

ہلاک کرنے والی چیزیں (۱) شدید بخل (۲) پیروی کی جانے والی خواہش اور (۳) انسان کا اپنی رائے پر خوش ہونا۔

درجات کی بلندی کا باعث یہ ہیں (۱) اسلام کا عام کرنا (۲) کھانا کھلانا اور (۳) رات کے وقت نماز جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

اور کفارات یہ ہیں (۱) سردیوں میں پورا وضو کرنا (۲) نماز باجماعت کے لئے چل کر جانا اور (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمدؐ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم۔ آپ جب تک چاہیں زندہ رہیں بالآخر آپ نے دنیا سے جانا ہے۔ اور جس سے چاہیں دوستی کریں بالآخر آپ نے اس سے جدا ہونا ہے اور جو چاہیں عمل کریں آپ اس کا بدلہ پائیں گے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنے عرش کے سایہ میں اس دن جگہ دینگے جب عرش کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا (۱) سخت سردیوں میں وضو کرنے والا (۲) مسجد کی طرف جانے والا (۳) بھوکے کو کھلانے والا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے کس وجہ سے خلیل بنایا ہے؟ فرمایا تین باتوں کی وجہ سے (۱) میں نے اللہ تعالےٰ کے حکم کو غیر کے حکم پر ترجیح دی ہے (۲) اللہ تعالےٰ نے جس معاملہ میں میری کفالت اپنے ذمہ لی ہے اس میں میں نے کبھی اہتمام نہیں کیا (۳) اور صبح و شام کا کھانا کبھی مہمان کے بغیر نہیں کھایا۔

ایک دانا سے منقول ہے کہ تین چیزیں غصہ کو دور کر دیتی ہیں (۱) اللہ تعالےٰ کا ذکر (۲) اولیاء اللہ سے ملاقات اور (۳) حکماء کی باتیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کے پاس ادب نہیں اس کے پاس علم نہیں اور جس کے پاس صبر نہیں اس کے پاس دین نہیں اور جس کے پاس تقویٰ نہیں اس کے پاس اللہ کا قرب نہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک نوجوان حصول علم کے لئے نکلا تو ان کے پیغمبر علیہ السلام کو خبر پہنچی انہوں نے پیغام بھیج کر بلایا اور فرمایا کہ اے نوجوان! میں تجھے تین خصلتوں کی نصیحت کرتا ہوں جس میں اگلوں پچھلوں کا علم

(باقی ۵ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

جلد ۲۷ شمارہ ۱۴
جمعۃ المبارک ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
عبدالرشید انصاری — کراچی
ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی

سرکولیشن منیجر
احسان الواحد

دفاتر

کراچی	لاہور
انجمن خدام الدین بلڈنگ	خدام الدین مرکز
پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی	اندرون شیرانوالہ دروازہ
۲۱۱۶۴۳	فون ۶۶۴۹۱۲

بدل اشتراک

سالانہ	۶۵ روپے
ششماہی	۳۳ روپے
سہ ماہی	۱۷ روپے

فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ

سالانہ خریداری برائے غیر ممالک
بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۰۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ، دوبئی، ابوظہبی	۲۴۰ روپے
انگلستان، یورپ	۲۹۰ روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا	۳۶۵ روپے
افریقہ (برِاعظم)	۴۰۵ روپے
ہندوستان، افغانستان	۱۶۰ روپے

ناشر: مولانا عبید اللہ انور طابع الٰہی بخش
مطبع کاموپرنٹرز ۴۸۰۔ ڈی ماڈل ٹاؤن لاہور

نظمِ جماعت

وقت کی اہم ترین ضرورت

قرآن عزیز نے اتفاق و اتحاد اور نظم جماعت پر جس قدر زور دیا ہے اس کا اندازہ ہر اس شخص کو ہے جس کی قرآن پر کچھ بھی نظر ہے اور حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و سلامہ نے "جماعت کو لازم پکڑنے" اور "سمع و طاعت" کی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپؐ نے انفرادی زندگی پر سخت نفرین کا اظہار فرمایا۔ اور وہ عناصر جو اجتماعی زندگی کی پرواہ نہیں کرتے اور جماعت سے گریز کرتے ہیں انہیں مستوجب جہنم اور مفسد و سرکش قرار دیا —— ہماری تاریخ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی جب کبھی بدنظمی اور انتشار کا شکار ہوئی تو اہل علم و صلاح نے کسی نہ کسی درجہ میں اس کو سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ چنانچہ عہدِ تاتار میں اور برصغیر میں عہدِ فرنگ میں اس قسم کی کوششیں ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے تاتاری دور میں اور شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا ابوالمحاسن سجاد بہاری نے عہد فرنگ میں اس عنوان سے جو کچھ کیا اس کا دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کر سکتی۔ یہ افسوس کہ لیلائے آزادی سے ہمکنار ہونے کے بعد پوری دنیا کا مسلمان بدنظمی و انتشار کی اس "اجتماعی معصیت" کا بری طرح شکار ہے اور خاص کر پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں تو یہ آکاس بیل پورے اجتماعی ڈھانچہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کا [illegible] دنکھار غارت کر چکی ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ آج ہم ایک بھیڑ، انبوہ اور ایسے گلہ کی مانند زندگی گزار رہے ہیں —— جس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں اور جس کی سمت قبلہ متعین نہیں۔

یہ مصیبت عظمیٰ جس کا ہم نے ذکر کیا اس وقت اور زیادہ سنگین شکل اختیار کر لیتی ہے جب وہ قوتیں اس کو بھڑکانا شروع کر دیں جنہیں کسی نہ کسی شکل میں قوم کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔

- - - - - - - - - -

ہماری گنہگار آنکھیں دیکھتی ہیں کہ رویت ہلال جیسا خالص دینی معاملہ کلیدی طور پر ایسے شخص کے قبضہ میں ہے جو بدنظمی و انتشار کا سب سے بڑا پرچارک ہے۔ ہمارے پاس لاہور سمیت متعدد اضلاع کی زکوٰۃ کمیٹیوں کے کرتا دھرتا لوگوں کے متعلق شکایات ہیں جو اس اجتماعی ذمہ داری کو پورا کرنے کے بجائے گروہی مفادات میں الجھے رہتے ہیں۔

غیر سرکاری دائرے میں اہل علم و طریقت پر نظر پڑتی ہے تو ان کی تمام تر صلاحیتیں انتشار و تفریق کے لئے خرچ ہو رہی ہیں اور اس طرح وہ "چوپائے بر د کتابے چند" کا مصداق بن کر دینی روایات و رجال کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں —— ان حالات میں ہم محسوس کرتے ہیں کہ آج کوئی ایسا "عازم کار" سامنے آئے جو تسبیح کے ان بکھرے ہوئے دانوں کو ایک تاگے میں پرو دے جو یہ نہ دیکھے کہ عوام کی پسند و ناپسند کیا ہے؟ بلکہ یہ دیکھے کہ محمد عربی صلوات اللہ علیہ و سلامہ پر نازل ہونے والی آتشیں شریعت کا تقاضہ کیا ہے؟

ایک ایسا مرد حر اور رجل رشید جو بدی و انتشار کی ہر قوت سے ٹکرا کر اسے پاش پاش کر دے اور "انّ صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین" کے نغمہ لاہوتی کو گاتا ہوا یمین و یسار سے رخ موڑ کر "ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا" کی صدائے ازلی سے دریاؤں کے دل دہلا دے اور مردہ روحوں کو صور اسرافیل سے جگا دے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ النبی الامی واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

جنرل اعظم

۵۳ء کے خونی واقعات میں بنیادی رول ادا کرنے والے جنرل اعظم خان آج کل اخبارات میں بار بار اپنی رونمائی کرا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم کے سوء حافظہ کی مرض سے فائدہ اٹھا کر اس کی قیادت کے خواب دیکھ رہے ہیں اور یہ خواب اس لیے بھی انہیں آ رہے ہوں گے کہ سیاسی میدان آج کل "بونوں" کی زد میں ہے اور چاروں طرف سے یہ آوازیں آ رہی ہیں:-

"اب کسے رہنما کرے کوئی"

(بابا پیر)

بہت ہی بُرا ہے

- ○ بڑھاپے میں زنا
- ○ غریبی میں تکبر
- ○ والدین کے ساتھ ظلم
- ○ ظالم کی تعریف
- ○ ہمسایہ کی عورت سے بدکاری
- ○ حاکم کا جھوٹ بولنا
- ○ دین میں مداہنت
- ○ اللہ کے ساتھ شرک

(حدیث و آثار)

(خاموش مبلغ)

تارکِ نماز

بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ

(مسلم)

بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترکِ نماز ہے۔

کفر کے نزدیک ہے ترک نماز

اس سے ہوتا ہے ہمارا امتیاز

پردہ میں رہو،

گھر کی اور اپنے خاوند کی امانت کی پاسداری کرو

زینت کا اظہار نہ کرو

نامحرموں سے سختی سے بات کرو

(سورۂ نور)

"الحذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں"

احسان دانش مرحوم

دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنّت رسولؐ کی

احسان دانش جس نے یہ شعر کہا تھا وہ بالآخر کو ہنسی خوشی لبیک کہہ کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ان کی زندگی کا آخری مشاعرہ چشتیاں ضلع بہاولنگر کا تھا جہاں کے لوگوں کی محبت کے پیش نظر وہ چلے گئے جبکہ انہیں کے احباب انہیں روک رہے تھے۔ وہاں انہوں نے جو غزل پڑھی اس کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں —— معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنا وقت موعود نظر آ رہا تھا

فضول طول ملاقات پہ نہ کر اصرار
چل چلاؤ ہے اور مختصر ہی ممکن ہے

ان سطور کے راقم کی مرحوم سے یاد اللہ تھی انہوں نے بڑی شگفتہ طبیعت پائی تھی۔ محنت مزدوری تو ان کا شعار تھا اور وہ اپنی محنت کے بل بوتے پر بڑے آدمی بنے تھے جب ان سے ملنا ہوتا تو مختلف موضوعات پر باتیں ہوتیں۔

پروانگانِ حریت سے انہیں پیار تھا اور اسی نسبت سے ولی اللّٰہی مکتب فکر کے علماء سے انہیں ایک گونہ مناسبت تھی۔

ان کی خود نوشت "جہانِ دانش" بطور خاص نوجوان نسل کو پڑھنی چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ بڑائی کا راز کیا ہے؟

اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند فرماتے، ان کی قبر منور ہو اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

ہے (۱) مخفی اور ظاہراً اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہ (۲) اپنی زبان کو لوگوں سے روک کر رکھ ان کا ذکر خیر کے سوا نہ کر (۳) اپنی روٹی کو دیکھ لے تاکہ وہ حلال سے ہو۔

گورنمنٹ نارمل سکول گجرات کا قضیہ

گورنمنٹ نارمل سکول گجرات کے ہیڈ ماسٹر سے متعلق ہمیں متعدد خطوط اخباری تراشے اور قرار دادیں موصول ہوئی ہیں جن میں تبلایا گیا ہے کہ یہ شخص کادیانی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی بیوی کادیانی جماعت کے جھوٹے دین کی پرچار کر رہی ہے اور لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ بنتی رہتی ہے۔ یہ شخص بددیانتی اور خورد برد کے کئی واقعات میں ملوث ہے۔ اہل شہر کے مطالبات کے پیش نظر اسے ایک مرتبہ یہاں سے تبادلہ کیا گیا لیکن ذاتی اور جماعتی اثر و رسوخ اور محکمہ تعلیم کے ارباب حل و عقد کی عاقبت نا اندیشی کے سبب اسے دوبارہ ذمہ دارانہ حیثیت میں متعین کر دیا گیا۔ ایک نظریاتی مملکت کے تعلیمی اداروں میں اس قسم کے افراد کا وجود ایسی سنگین غلطی ہے جس کا احساس کشتی کے کھیون ہاروں کو نہیں —— ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس سکول کے ہیڈ ماسٹر سمیت حکومت تمام تعلیمی اداروں کے غیر مسلم اساتذہ کو ایسے مقامات پر متعین کرے گی۔ جہاں ان کی "تعلیم و تربیت" زیر تربیت بچوں اور بڑوں کے ذہن پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : خالد سلیم

اللہ کے ذکر کی تلقین

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۔

ترجمہ : سو تم یاد رکھو مجھ کو اور میں یاد رکھوں گا تم کو اور احسان مانو میرا ، اور ناشکری مت کرو ۔

یعنی تم پر لازم ہے کہ ہم کو زبان سے ، دل سے ، ذکر سے ، فکر سے ہر طرح سے یاد کرو اور اطاعت کرو ، ہم تم کو یاد کریں گے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنائتیں تم پر ہوں گی اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب ادا کرتے رہو اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو ۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہی اصل زندگی ہے ۔ اہل اللہ اور صوفیائے کرام کی یہی دعوت ہے کہ ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہو ۔ پنجابی کے عظیم صوفی شاعر حضرت مادھو لال حسینؒ ٹکسالی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے ۱۰ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا ۔ آپ کو خدا کی ذات سے بے پناہ عشق تھا ۔ آپ عشقِ ربی میں فنا تھے اور ہر دم اللہ کی یاد میں ڈوبے رہتے تھے ۔ ان کا پیغام اور دعوت تھی کہ اپنے آپ کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھو لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان کے مزار پر چراغاں کے میلے کے موقع پر ناچنے کودنے اور دوسری خرافات کو اپنا لیا ہے اور ان کی اصل دعوت اور پیغام کو بھلا دیا ہے ۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ والے ہم کو اللہ اللہ کرنا نہ سکھاتے تو آج ہم رام رام کرتے ہوتے اور ناچنے کودنے کو ذریعہ نجات سمجھ لیتے ۔

اس دنیا میں باپ عرش سے فرش پر لاتا ہے لیکن اللہ والے فرش سے عرش تک پہنچا دیتے ہیں جیسے ہر چیز کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے ۔ اس کے زنگ کو اللہ کے ذکر ہی سے دور کیا جا سکتا ہے ۔ اللہ والے قلب کو اسی طرح مانجھ دیتے ہیں کہ اس میں عرش کی تصویر نظر آنے لگتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور ذکر سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی چیز نہیں اس کا احساس صرف اور صرف اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے نصیب ہوتا ہے ۔ ان کی صحبت میں اللہ کی یاد کی طرف لو اور تڑپ پیدا ہوتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے بچوں سمیت پانچ وقت شہنشاہی دربار میں حاضری کی توفیق نصیب فرمائے ، آپ کے درجے بلند فرمائے اور اپنی رحمتیں بے حساب نازل فرمائے آپ کا یہاں آنا قبول فرمائے ۔ بیماروں کو شفا نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو نجات عطا فرمائے ۔ آمین ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین !

سیرتِ نبویؐ قرآنی

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

دعوتِ رسولؐ ۔ اور ۔ کفّارِ عرب کا رویّہ

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اجعل الاٰلھۃ الٰھا واحدًا ۔ انّ ھٰذا لشیءٌ عُجَابٌ ۔ صدق اللہ العلی العظیم ۔

محترم حضرات و معزز خواتین !

گذشتہ صحبت میں یہ عرض کر دیا گیا تھا کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن لے کر مبعوث ہوئے ۔ اور ان کی دعوت کا دائرۂ عمل ساری انسانی برادری تھی ۔ تاہم اولین مخاطب مکّہ کے لوگ تھے ۔ آج کی صحبت میں یہ عرض کیا جائے گا کہ ان کا ردِّ عمل کیا تھا ۔

مشرکینِ مکّہ اور عقیدۂ توحید

آپ قرآن پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس طبقہ کا قرآن عزیز کی صدہا آیات میں ذکر ہے اور اگر وہ تمام آیات اکٹھی کر لی جائیں جن میں غیر اللہ کی عبادت کی مخالفت اور اس پر زجر و توبیخ ہے تو پھر یہ آیات کہیں بڑھ جاتی ہیں ۔ جبکہ حضور علیہ السلام جو پیغام لے کر آئے تھے اس کا اہم ترین جزو توحید خداوندی تھا ۔ قرآن عزیز نے جا بجا اس عقیدہ کی اہمیت کا ذکر کیا ۔ سورۂ نحل میں ہے :-

" اللہ نے فرمایا دو خدا نہ بناؤ ۔ خدا تو بس ایک ہی ہے "

علاوہ ازیں سورۂ کہف میں ہے :-

" آپ فرما دیں کہ میں تو بس بشر ہوں تمہیں جیسا ، اور مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی ہے "

احد اور واحد

اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے لفظ واحد کی جگہ احد لایا گیا اس لئے کہ اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ اس کی ترقی یافتہ شکل ہے کیونکہ واحد کا لفظ جمع کو قبول کر لیتا ہے لیکن احد تفرید اور تجرید میں یکتا اور تنہا ہے اور جب اس کے الف لام ہو تو یہ اسم ذات اللہ کی طرح مخصوص ہو کر رہ جاتا ہے ۔۔۔ چونکہ حضور علیہ السلام دعوت و تبلیغ کے مشن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا اس لئے آپ نے علی التواتر اس مشن کے لئے جد و جہد کی رات دن اس کے لئے بھاگ دوڑ فرمائی ترغیب و ترہیب کا ہر ہتھکنڈا یار لوگوں نے آزمایا ۔ لیکن جناب رسالت مآب علیہ السلام برابر سرگرم عمل رہے اس لئے وہ لوگ جو بدعقیدگی و گمراہی میں غرق ہو چکے تھے اور وہم پرستی کا شکار تھے انہوں نے اس " نئی بات " پر غصہ منایا اور شدید طریق سے ۔۔۔ ان کا کہنا تھا :-

" یہ شخص ساحر ہے ، کذّاب ہے کیا اس نے تمام خداؤں کو بس ایک خدا

بنا دیا ؟ یہ تو عجیب بات ہے۔ (ص - ع ۱)

کبھی وہ آپ کی بات کو گھڑی ہوئی بات کہتے۔ (ص) لیکن جب بس نہ چلتا تو پھر نشانیوں اور معجزات کا مطالبہ ہوتا۔

"خدا ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتا ؟ یا ہمارے پاس کوئی معجزہ کیوں نہیں آتا۔" (البقرہ)

اور کبھی کبھار متعین طور پر کہتے کہ فلاں فلاں بات ہو جائے۔ مثلاً" خزانہ اترنے کی بات کرتے یا فرشتہ نازل ہونے کی۔ (الفرقان)

اور بسا اوقات ان فرمائشی معجزات کی فہرست بڑی طویل ہو جاتی۔ ملاحظہ فرمائیں سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت

"ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک تو زمین سے ہمارے لئے چشمہ نہ جاری کر دے۔ یا پھر تیرے لئے ایک باغ کھجوروں کا ہو اور تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے یا آسمان کا کوئی ٹکڑا توڑ کر گرا دے جیسا کہ تیرا دعوےٰ ہے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائے یا تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے، یا تو ہمارے سامنے آسمانوں پر چڑھ جائے۔"

شرک کا معنی

شرک کا معنی یہ نہ تھا کہ وہ لوگ اللہ کے وجود کے منکر تھے نہیں وہ اس کے وجود برحق کو تسلیم کر کے اسے خدائے اعظم مانتے اور دوسروں سے بھی تعلق کا ڈھونگ رچاتے۔ سورۂ نمل کی کئی آیات میں اس مشرکانہ عقیدہ پر سخت جرح ہے جس کی ابتدا ہوتی ہے۔

"کیا اللہ بہتر ہے یا وہ لوگ جنہیں یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔"

پھر خدائے بزرگ و برتر کے کارناموں، اس کی تخلیقات اور مختلف النوع کاموں کا ذکر ہے اور ایک مسلسل سوال ہے کہ بتلاؤ جو یہ کرتا ہے وہ اچھا ہے یا وہ جنہیں تم پوجتے ہو؟ گویا اللہ تعالےٰ نے مشرکین پر حجت قائم کر دی اور بتلایا کہ جب اللہ خالق ہے، فاطر ہے، رازق ہے، نفع اس کے قبضہ میں ہے، ناظم امور وہی ہے اور تم یہ سب تسلیم کرتے ہو اور پھر یہ کیا سودا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے تم غیروں کے آستانہ پر جھکتے اور ان سے فریادیں کرتے ہو۔ ؟ —— اسی سے ملتی جلتی آیات سورۂ مومنون میں ہیں، جن میں ہے :۔

"تم غور کیوں نہیں کرتے؟ تم ڈرتے کیوں نہیں ؟ تمہیں یہ

خبط کیوں ہو رہا ہے ؟

مشرکین کا اعتراف

ساتھ ہی آپ قرآن کی متعدد آیات پر غور کریں، آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہے (لقمان) اور اس قسم کی آیات سے متصل اس بات پر زور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (النساء)

قرآن نے واضح کیا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ محض تمہارے فرضی قصے اور گھڑے ہوئے نام ہیں (یوسف)

چونکہ اس شرک کا ایک مظہر بت پرستی تھا اس لئے نام لے کر اس کی مخالفت کی۔

فاجتنبوا الرجس من الاوثان (الحج) بتوں کی پلیدی سے بچو۔

ان میں سے تین بڑے بتوں لات، عزّیٰ اور مناۃ کا سورۂ نجم میں بطور خاص ذکر کیا کہ یہ تینوں بت عرب کے مشہور قبیلوں کے تھے۔

بتوں کی پوجا کیوں؟

وہ کہتے تھے کہ یہ بت ہمارے سفارشی ہیں۔ الزمر میں ہے

"ہم تو انہیں محض اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ اللہ سے ہمیں قریب کر دیں۔"

خدا کے وجود کے اقرار و اعتراف کے باوجود اپنی پیداوار اور جانوروں میں ان بتوں کے حصّے نکالتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی پوری زندگی اس گندگی کا شکار ہو گئی قرآن نے مشرکین کو نجس و گند کہا۔ انما المشرکون نجس۔

ملائکہ پرستی

بتوں کے ساتھ وہ بدبخت فرشتوں کو پوجتے اور ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے (الزخرف) ملائکۃ اللہ کے علاوہ جنّات کی بھی پوجا کرتے (الانعام) اور ان جنّات کو خدا کا قرابت دار اور رشتہ دار کہتے (الصافات) ساتھ ہی سورج اور چاند کو پوجتے۔

اس صورت حال نے ان کی زندگی سراپا نجاست بنا دی تھی۔ اس کی وجہ سے شراب، جوا، قمار بازی اور سود جیسے رذائل ان کا مقدر بن کر رہ گئے تھے۔ کیونکہ جب عقیدہ بگڑتا ہے تو سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے المائدہ میں شراب اور جوئے اور البقرہ میں سودخوری سے سخت الفاظ میں روکا —— اور سود کے معاملہ میں یہاں تک فرمایا۔

"اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

اور شراب و قمار وغیرہ کے متعلق ذکر کر کے آخر میں فرمایا:۔

فھل انتم منتھون —— تم ان چیزوں سے باز آؤ گے ؟

اولاد کُشی

اس خرابی فکر نے خدا سے ان کا اعتماد ختم کر دیا۔ اور معاشی ہلاکت کے ڈر سے اپنی اولاد اور خاص طور پر بچیوں کو قتل کرنے لگے۔ قرآن نے بنی اسرائیل میں اور الانعام میں اس سے روکا اور سورۂ تکویر میں میدان حشر کی پریشاں حالی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"(وہ وقت ایسا ہوگا) جب اس معصوم بٹیا سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی؟"

اس کے ساتھ ہی کھلی اور چھپی ہوئی بے حیائی سے روکا، زنا سے شدت سے منع کیا اور خوشحال لوگ اپنی باندیوں سے جو پیشہ کراتے اس پر نکیر کی۔ عورت کے وقار اور اس کے عز و شرف کی تلقین کی۔ ادب و احترام کی حدود متعیّن کیں۔ مائیں وراثت میں چلی جاتیں، بیٹے باپ کی بیویوں سے شادی کر لیتے۔ ان سب باتوں سے روکا، عورتوں مردوں کے آزادانہ اختلاط اور میل جول سے منع کیا۔ فریقین کو نگاہیں نیچی رکھنے، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے اور اپنی زینت کے اظہار سے منع کیا اور متعین طور پر تبلا دیا کہ ایک خاتون کس کس مرد کے سامنے بے حجاب ہو کر جا سکتی ہے۔

گویا قرآن نے صراحت کے ساتھ بتلایا کہ فکر و نظر کی گمراہی سارے معاشرے اور پوری زندگی کو ہیجان میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لئے اپنے فکر و نظر کے پیمانے درست کرو تب ہی تمہیں زندگی میں امن و سکون نصیب ہوگا — یہ قصہ ابھی دراز ہے اللہ نے توفیق دی تو باقی آئندہ —!

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خط وکتابت

کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیئے ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (مینجر)

لاہور سے بالاکوٹ

محمد سعید الرحمن علوی

ایک یادگار سفر

۱۹ مارچ کا دن میری زندگی کا بڑا اہم دن تھا۔ برصغیر کو انگریزی استبداد سے نجات دلانے اور اس میں خلافتِ راشدہ علی منہاج النبوت قائم کرنے کی غرض سے بپا ہونے والی پہلی اسلامی تحریک جہاد کا ایک باب اس سرزمین سے وابستہ ہے اور تحریک جہاد کے قائد و رہنما حضرت الامیر السید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ نیز تحریک کے روح رواں، مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمہ کے مزارات یہاں ہیں۔

یہی وہ سرزمین ہے جہاں ان بلانوشانِ محبت نے اپنی جانیں اللہ کے حضور قربان کیں اور یوں صفحہ ہستی پر انمٹ نقوش ثبت کر گئے۔

ذکر مولانا محمد ابراہیم کا

بالاکوٹ جانے کی تقریب یوں ہوئی کہ ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع انارکلی لاہور پچھلے دنوں انتقال فرما گئے (۱۱ فروری ۱۹۸۲ء) مولانا مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر اگلے روز مجھے ہوئی میں علیل تھا فوری طور پر جا نہ سکا۔ مرحوم سے میرا خاص ربط تھا۔ لاہور جب مستقل آنا ہوا تو حضرت والد محترم مولانا محمد رمضان علوی نے جن چند بزرگوں کے یہاں خاص طور پر حاضر ہونے کی تلقین فرمائی ان میں ایک مولانا بھی تھے دینی غیرت و حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ نیکی و شرافت کا مجسمہ تھے خورد نوازی ان کا خاص وصف و امتیاز تھا وہ دورِ حاضر کے تھرڈ کلاس اور حادثاتی لیڈروں اور رہنماؤں کے علی الرغم بڑے حوصلہ کے مالک تھے چھوٹوں کی تربیت ان کی غلطیوں کی خوبصورت طریق سے اصلاح اور ان کی حوصلہ افزائی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ جمعیۃ علماء ہند، مجلسِ احرارِ اسلام اور بعد میں جمعیۃ علماءِ اسلام کے اکابر سے ان کے تعلقات مثالی تھے۔ میں جن دنوں لاہور پہنچا ان دنوں بڑھاپے کے باوجود ان کی صحت قابلِ رشک اور حوصلہ و ہمت جوانوں جیسا تھا وہ قول کے نہیں عمل کے آدمی تھے اور جمعیۃ علماء ہند کے ایک نامور رہنما حضرت مولانا ابو المحاسن سجاد رحمہ اللہ کی طرح ہر وقت سرگرم عمل رہنا اور مصروف جہد ہونا ان کی خوبی و وصف تھا

مولانا کی قومی خدمات

چند سال قبل ایک دوست کے کام سے کوئٹہ گئے تو وہاں گر گئے اس دن سے اپنی وفات تک چارپائی اور ان کا ساتھ ہو گیا۔ کئی سال انہوں نے اس تکلیف میں گزارے۔ پھر اس وجہ سے اور کئی عوارضات پیدا ہو گئے لیکن۔ اس کے باوجود ان کا مضطرب دل قومی مقاصد کے لیے تڑپتا رہتا۔ تحریک نظام شریعت کے زمانہ میں وہ معذور تھے۔ لیکن بیساکھیوں کے ذریعے مختلف پروگراموں میں شریک ہونا، کارکنوں کے حوصلے بڑھانا، تحریک کی مالی امداد اور مختلف معاملات میں مشورے دینا ان کی خوبی تھی۔ تکلیف شدید کے باوجود ان میں چڑچڑاپن نہ آیا۔ "بلڈ پریشر" کی تکلیف ضرور تھی لیکن وہ کبھی آپے سے باہر نہ ہوئے ان میں کمال درجہ کا تحمل اور بردباری ہر حال میں میں نے دیکھی ابا جی کے تعلق کی وجہ سے ان کی شفقتیں اور عنایتیں اس بچپن سے بے پناہ تھیں۔ زندگی کے آخری ایام میں تکلیف زیادہ ہو گئی۔ میو ہسپتال میں داخل کرائے گئے وہ محسوس کرتے کہ اب میرا چل چلاؤ ہے۔ بار بار فرماتے کہ مجھے گھر لے چلو برادرم قاری مقبول الرحمٰن صاحب قریشی اور احقر پر بطور خاص ایک آدھ مرتبہ ناراض بھی ہوئے یہ ناراضی خلوص اور محبت کی تھی وہ چاہتے تھے کہ گھر چلا جاؤں۔ قاری صاحب اور مجھ پر ناراضی اس لیے فرماتے کہ ہم بھی اس حال میں ان کے سفر کے خلاف تھے ہم تسلی دیتے تو خاموش ہو جاتے فرماتے تو یہی کہ بس اب وقت ختم ہے خاتمہ ایمان کی دعا کا فرماتے بالآخر انہیں گھر لے جایا گیا بلکہ گاؤں "منگ الٰہی سم" سے متصل ڈاؤو ہسپتال لے جایا گیا۔ وہاں کے ڈاکٹر سید عبدالرشید صاحب میڈیکل آفیسر ڈاکٹر تاج محمد صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، ڈاکٹر عبدالشکور صاحب ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ بابو طیب صاحب اور بابو سیف اللہ صاحب نے بے پناہ خدمت کی جبکہ وہاں کے خطیب مولانا غلام ربانی صاحب نیز چند دوسرے اعزہ آپ کے خلف الرشید برادر دینی میاں عبدالرحمٰن، میاں غلام جیلانی (مولانا کے چھوٹے بھائی) حافظ محب الحق، قاضی احمد، حافظ ضیاء الحق، میاں محمد الیاس، لالہ گل زمان، بابو نیک محمد وغیرہ نے خوب خوب خدمت کی اور یہ سب حضرات وفات کے وقت موجود تھے۔ وہاں جو حالات پیش آئے وہ مولانا کی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہیں۔ جتنے خلوص اور دیانت داری سے انہوں نے زندگی گزاری اسی انداز سے ان کی موت آئی۔ ان کی موت۔

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

کا مصداق تھی۔ برادرم میاں عبدالرحمٰن صاحب اور دوسرے حضرات کے توسط سے آخری لمحات کی جو رپورٹ ملی اس پر مشتمل ایک مضمون انشاء اللہ تعالےٰ الگ سے پیش ہوگا۔

جلسہ تعزیت کے لیے فرمائش

برادر عزیز میاں عبدالرحمٰن نے فرمائش کی کہ ۱۹ مارچ کو جامع مسجد حضرت السید احمد شہید بریلوی میں جلسہ تعزیت ہے۔ تم نے مولانا عبدالرؤف فاروقی اور قاری مقبول الرحمٰن صاحب نے بہرطور شرکت کرنی ہے بالاکوٹ سے برادر عزیز مولوی محب الحق نے ہمارے لیے خاص طور پر پیغام بھیجا اس سفر کے لیے حضرت المخدوم مولانا عبیداللہ انور کو بھی دعوت تھی ان کی سرپرستی حاصل ہو جاتی تو سبحان اللہ۔ لیکن افسوس کہ اپنی علالت کے سبب ایسا نہ ہو سکا انہوں نے بڑے افسوس کا اظہار فرمایا اور جلسہ تعزیت کے لیے ایک انتہائی اہم بیان احقر کے ذریعے بھجوایا بیان کے ساتھ حضرت والا نے جو مختصر تحریر احقر کو بھیجی اس کا متن حسب ذیل ہے اور یہ میری سعادت ہے ——

مکرم سلام مسنون

آپ کا دلی جذبہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں

اور حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے درجے حق تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں بلند فرمائیں آمین

سب سے ذاتی مجبوری

میرا سلام کہئے گا

احقر عبیداللہ انور

حضرت مولانا کا بیان جلسہ میں احقر نے پڑھ کر سنایا۔ جس کا ہزاروں حاضرین نے بہت اچھا اثر لیا۔ اور حضرت مولانا کی صحت کے لیے دعا کی۔ جلسہ کے لیے مولانا محمد اجمل خان کو بھی دعوت دی لیکن وہ تشریف نہ لے گئے معلوم ہوا کہ طبیعت علیل ہے۔ ہمارے دوست زاہد الراشدی صاحب کا وعدہ تھا خدا معلوم وہ کیوں نہ پہنچے۔ میاں ریاض الحق فاروقی اور مولوی عبدالحی اعوان نیز عزیزم شریف فاروقی بوجوہ نہ جا سکے۔ یہیں خدا نے توفیق دی ہمارا چار نفری قافلہ (فاروقی صاحب، قاری مقبول صاحب، احقر، برادرم میاں عبدالرحمٰن کی قیادت میں ۱۹ مارچ رات ۸ بجے بالاکوٹ کی بس سے سوار ہوا ساری رات سفر کرنے کے بعد بالاکوٹ سے چند میل ورے دریائے کنہار کے کنارے ہم نے فجر کی نماز پڑھی یہ

وہی دریا ہے جس کے پانی میں مقدس شہدائے ختم نبوت کا پاک خون با افراط شامل ہے اس دریا کی خونی لہروں نے ان پاکبازانِ ملت کا راستہ بارہا روکا لیکن خدا کے سہارے اور اعتماد پر آگے بڑھنے والے بڑھتے گئے اور دریا انہیں روک نہ سکا۔

منظر بڑا خوبصورت تھا دریا کی روانی جوبن پہ تھی۔ پہاڑوں پر برف جمی تھی، آسمان سے باتیں کرتے درخت موج دکھلا رہے تھے۔ اور موسم بہار کی رنگینیاں ہر زائرو مسافر کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھیں۔ خدا کے حضور دوگانہ ادا کیا تو عجیب سکون نصیب ہوا۔

حضرات مجاہدین کا تذکرہ

اب بس آگے بڑھی تو ہم ڈیڑھ صدی سے زاید کا عرصہ ماضی کی دنیا میں کھو گئے واقعات تہ در تہ ذہن میں آنے لگے دہلی کے مدرسہ رحیمیہ کی رونق عروج پر نظر آئی امام ولی اللہ دہلوی کے افکار و تعلیمات کا خاکہ ذہن میں ابھرنے لگا اس عبقری انسان کی مسند علم و عرفان پر سراج الہند شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ براجمان نظر آتے ہیں یہ شاہ عبدالعزیز جن کے عہد میں پورا ہندوستان بالواسطہ یا بلاواسطہ اس مدرسہ کا مرہونِ منت نظر آتا ہے یہی شاہ عبدالعزیز ہیں جو انگریزی استبداد کی اٹھتی ہوئی لہروں کو محسوس فرماتے ہیں اور ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتوے دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کی درگاہ میں "بریلی" کا ایک نوجوان آتا ہے۔ حضرت شاہ علم اللہ قدس سرہ کے خاندان کا بانکا نوجوان، نجیب الطرفین اور بہادر و غیور انسان، کئی عالی نسبتوں کا حامل! شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اس نوجوان کو اپنے عزیز بھائی اور قرآن عزیز کے پہلے اردو مترجم شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں لیکن یہ شخص دوسری دنیا کا انسان تھا۔ جتنا مقدر تھا اتنا پڑھا لیکن گرامی قدر اساتذہ نے محسوس کیا کہ اس نوجوان کی تخیل پرواز کہیں بلند ہے اب اس کی دوسرے نہج پر تربیت ہونے لگی "فک کل نظام" کا ولی اللہی خواب اس نوجوان کے ہاتھوں پورا ہوتا نظر آیا۔ ہندوستان دارالحرب ہے اس کو دارالاسلام بنانا ہے یہ خواب کیسے پورا ہوگا؟ اس کے لیے اسی نوجوان پر نظر پڑی۔ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اپنے خاندان کے عظیم فرزندوں حضرت شیخ الاسلام مولانا عبدالحی بڈھانوی اور مجاہد اعظم حضرت شاہ محمد اسمٰعیل وغیرہ کو اس نوجوان سے بیعت کرا دیا اس نوجوان کا نام سید احمد تھا۔ آئندہ چل کر امیر المومنین مجاہد فی سبیل اللہ اور امیر المجاہدین کے القابات سے اس نوجوان کو یاد کیا گیا۔

مجاہدین اور علماء دیوبند کا باہمی ربط

یہ نوجوان اپنے شیخ کے حکم و ایما پر ملک میں دورے کرتا ہے ۱۸۲۵-۲۴ء میں دوآبہ کا سفر ہوتا ہے۔ اسی سفر میں حضرت شاہ عبدالرحیم ولائتی قدس سرہ عظیم شیخ طریقت ہونے کے باوجود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا راز پاکر سید صاحب سے بیعت ہوکر مستقل غلاموں میں شریک ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ میدان میں شہید ہوکر تاریخ جہاد حریت میں ایک بلند مقام حاصل کر لیتے ہیں وہاں کے خلیفہ اعظم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی ہیں انھیں بلا کر سید صاحب سے بیعت کرایا جاتا ہے اور مستقبل میں ان کے نامور خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بعمر ۳ سال سید صاحب کی گود میں دیئے جاتے ہیں اور سید صاحب ان کے لیے دعا فرماتے ہیں۔ اسی اثناء میں سید صاحب سفر حج فرماتے ہیں اور اس طرح ان بے ننگ و نام مذہبی رہنماؤں کے غلط خیالات کی عملی تردید فرماتے ہیں جو سفر کی صعوبتوں کا بہانہ بنا کر حج کے ساقط ہونے کا اعلان کر رہے ہیں ——— اور آہ یہ منظر کتنا حسرت ناک ہے کہ خوفِ خدا سے بے نیاز لوگوں کا ایک طبقہ یہ مشہور کر دیتا ہے کہ سید صاحب جناب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رح سے متاثر ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں کا سب سے بڑا ماخذ ہنٹر ہے لیکن ہنٹر کی اپنی تحریرات اس لغو بیان کی تردید کرتی نظر آتی ہیں۔ یہی پاک طینت لوگ تھے جو طویل سفری صعوبتیں برداشت کرکے سرحدی علاقے میں پہنچے کامیابیوں نے ان کے قدم چومے لیکن سکھ، انگریز اور خوانین ہزارہ و پشاور کی سہ آتشہ سازش اُن کے درپے ہوگئی۔ پشاور سے

پیغام برائے جلسہ تعزیت حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ

منجانب
حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدہم

پیش کردہ
بمقام جامع مسجد سید احمد شہید رح بالاکوٹ
مورخہ ۲۰ / مارچ ۱۹۸۲ء

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ نے علمی زندگی کا بڑا حصہ لاہور میں گذارا اور اس میں سے بھی اکثر وقت مادی زندگی کی بھرپور عکاسی کرنے والے علاقہ انارکلی میں۔ لیکن ان کی خدا خوفی استغفار اور مادیت کے مقابلہ میں روحانیت کا غلبہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔ ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ مولانا جیسے ہزاروں مخلص اور مجاہد مسلمان جنہوں نے اپنی زندگیاں اعلائے کلمۃ الحق اور آزادئ وطن کے لیے کھپا دیں ان کو معاشرے نے محض اس لیے بڑا ماننے سے انکار کر دیا کہ ان کی پشت پر نام نہاد خاندانی وقار اور ڈھیروں دولت نہ تھی۔ لیکن یہ غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ ملت کے محسن ہیں کہ انہی کے دم قدم سے گلستان میں بہار آئی اور آج آزادی و حریت کا جو سانس لیا جا رہا ہے وہ انہی کی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔

مولانا المرحوم سے زندگی کا بڑا حصہ ساتھ رہا جیل میں یارانہ رہا تو مختلف قومی، سیاسی اور ملی اجتماعات میں بھی، انھیں میں نے اکل کھرا مسلمان پایا۔ ان کی زندگی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی تھی۔ جمعیۃ و مجلس احرار کے ذمہ دار بزرگوں اور رہنماؤں کا انھیں قرب حاصل تھا اور وہ اپنے دور کے بڑے لوگوں کے معتمد ساتھی تھے ——— افسوس۔ وہ بزم سونی ہوگئی، وہ قافلہ لٹ گیا وہ انجمن درہم برہم ہوگئی بہرحال کل شیئ ھالک الا وجھہ جو آیا اس نے جانا ہے۔ خدا ان کی نیکیوں کو قبول و منظور فرمائے۔ میری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے پسماندگان و متعلقین کو اجر و صبر جمیل دے۔

احقر عبیداللہ انور

اللھم اغفر لھم وارحمھم

ان کو زخم سہنے پڑے اور بالاکوٹ میں انتہا ہوگئی ——— انہی خیالات میں کھوئے ہوئے تھے کہ امیر قافلہ نے متنبہ کیا کہ بالاکوٹ آگیا۔

مولانا عبدالحنان مرحوم کا ذکرِ خیر

بس سے اترے اور قریب ہی مدرسہ محمدیہ شہیدیہ پہنچے اس مدرسہ کے کرتا دھرتا ہمارے فاضل دوست قاضی خلیل احمد صاحب ہیں جو میرے انتہائی مخدوم بزرگ حضرت مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عزیز ہیں ——— مولانا عبدالحنان امام العصر محدث کاشمیری کے مایہ ناز شاگرد جمعیۃ العلماء ہند کے ذمہ دار رہنما اور ہزارہ کے ہونے کے باوجود اردو کے قادر الکلام خطیب تھے۔ کمال درجہ شستگی سے بولتے آدمی حیران رہ جاتا۔ دل و دماغ ایک سچے مسلمان کے دل و دماغ تھے۔ احقر نے ان کی علالت کے زمانہ میں سال بھر ان کی جگہ مسجد بھوسہ منڈی پنڈی میں خطبہ جمعہ دیا۔ وہ خود موجود ہوتے ڈھیروں دعائیں دیتے۔ افسوس۔ ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

گنج شہیداں میں حاضری

مدرسہ میں سامان رکھ کر بالاکوٹ ...

عظیم الشان مسجد سید احمد شہیدؒ کے عقب میں واقع (دریائے کنہار کے کنارے) گنج شہیداں حاضر ہوئے (اس مسجد کے خطیب بھی قاضی صاحب ہیں) گنج شہیداں میں حضرت سید صاحب اور دوسرے شہداء کے مزار ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحنان کی قبر بھی یہیں ہے محو دعا رہے ذہن ایک بار پھر ماضی کی طرف منتقل ہوگیا۔ دہلی بریلی اور یوپی کے دوسرے شہروں کے منچلے اور بانکے نوجوان کس طرح سفری مصائب برداشت کر کے اور آگ و خون کے سمندر عبور کر کے یہاں پہنچے۔ ان کے جذبات ایمانی، ان کی استقامت، جرأت و دیوانگی کے مناظر یاد آ گئے۔ ہمارے مخدوم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان حضرات کے کردار سے متعلق ایک کتاب لکھی۔

"جب ایمان کی بہار آئی"

اس کے مندرجات نگاہوں میں گھومنے لگے ساتھ ہی مولانا کی دو ضخیم جلدوں میں سیرت سید احمد شہید اور اس کا تیسرا حصہ کاروانِ ایمان و عزیمت نیز مولانا غلام رسول مہر کی سالہا سال کی کاوش بعنوان سید احمد شہید، سرگزشت مجاہدین اور جماعت مجاہدین کا ایک ایک صفحہ میری نظروں میں گھومنے لگا۔ میں ان حضرات کی ارواحِ مقدسہ کے حضور کلمات قرآنی، کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ہدیہ پیش کر کے اور امت کی صلاح و فلاح کی دعا کر کے باچشمِ نم وہاں سے نکلا میرے نیک نہاد رفقاء مجھ سے کہیں زیادہ متاثر تھے۔ اب ہلکا پھلکا ناشتہ کیا لیکن طبیعت شدید طور پر متاثر تھی اس لیے کھانے پینے، رات کے سفر اور تھکاوٹ کا ذرہ برابر احساس نہ تھا

شاہ شہید کے مزار پر

اب ہم محترم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب وائس چیئرمین ستبنی یونین کونسل کے زیر تعمیر ہوٹل پہنچے وہاں برادرم مولوی محب الحق، برادرِ عزیز قاری عبدالمنان اور مولانا محمد ابراہیم کے ایک اور عزیز مخلص و مہربان قاضی احمد صاحب تشریف لائے اور ہم ان کی جیپ میں بغیر کسی تاخیر اس امام حریت مجاہد اعظم سید محمد اسمٰعیل دہلوی قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری دینے چلے گئے جو شاہ ولی اللہ کا پوتا شاہ عبدالغنی کا فرزند، شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کا بھتیجا تھا (قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم) یہ شاہ شہید اپنے شیخ و رہبر حضرت سید بریلوی قدس سرہٗ کے گھوڑے کے ساتھ دوڑتا توحید خداوندی اور نعت مصطفےٰؐ میں اس کا کلام زندہ دلانِ اسلام کی عظیم متاع ہے یہ اکل کھرا مسلمان اور غیور مجاہد ایک نامراد و نابکار طبقہ کی ناوک افگنی کا اب تک شکار ہے وہ لوگ اسے گستاخ رسول قرار دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) لیکن وہ لوگ جن کی معراج مرغن غذائیں اور تکفیر مسلم ہے انھیں اس کی کیا قدر جو دینِ محمدؐ کی آبرو پہ کٹ مرا مٹی کوٹ جیسے خوفناک پہاڑ کی سیدھ میں نیچے کھلے میدان میں وہ امام حریت آسودہ خواب ہے۔ اس کے شیخ و مربی کے مزار پر جو کتبہ تھا اس پر یہ رباعی درج تھی۔

اے آنکہ زنی دم ز محبت
از ہستی خویشتن بپرہیز
برخیز و بہ تیغ بہ نشین
یا از سر راہ ہستی برخیز

تو اس مرید باصفا کے کتبہ پر یہ ....

اے ذبیح اللہ اسماعیل ما
شد ندایت صور اسرافیل ما
خون خود را در کہ و کہسار ریخت
لیک بیخ حریت در ہند ریخت

شاہ شہیدؒ کے مزار پر دیر تک حاضری رہی ــ سچ کہتا ہوں، دل شدید متاثر تھا اور آنکھوں پر کنٹرول نہ تھا جی چاہتا تھا کہ جی بھر کے روؤں لیکن کسی غیر مرئی آواز نے مجھے سہارا دیا گویا کہنے والا کہہ رہا تھا "رونا بزدلوں کا کام ہے"۔ بہادر بنو وہ مشن اور وہ مقصد جس کے لیے یہ لوگ گھروں سے نکلے تھے اس کی تکمیل کا مرحلہ ہنوز باقی ہے۔ ڈیڑھ صدی کے زاید عرصہ میں اس مقصد کی خاطر ہزاروں ہزار علماء و صلحاء اپنا خون بہا چکے اور اپنی جانیں قربان کر چکے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس کے لیے سوچو رونے دھونے کا دھندا نہ کرو۔

ماضی کے اوراق

تاریخ کے اوراق میرے سامنے الٹنے لگے۔ حادثہ بالاکوٹ کے بعد مجاہدین کی جدوجہد کے مختلف ادوار نظروں میں گھومنے لگے چمرقند کا مرکز نظر آیا۔ کئی ذمہ دار حضرات کا طے شدہ منصوبہ کے تحت حرمین شریفین کی طرف ہجرت کا منظر سامنے آیا۔ ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی، ہجرت و خلافت کی تحریکیں، ریشمی رومال کا قصہ احرار و جمعیتہ کے رہنماؤں اور کارکنوں کی قربانیاں ـــ ورق الٹتے گئے اور میں اس امام حریت کے حضور اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتا رہا۔ بڑی ہمت کر کے اٹھا احباب ہمرکاب تھے مزار مقدس کے احاطہ کے اردگرد نظر دوڑائی تو پودینہ کی ہریالی چاروں طرف بہار دکھا رہی تھی نیاز مندان شہید اس پودینہ کو لے کر جاتے ہیں مجھے تو ابا حضور کا خاص حکم تھا یہ حکم فون کے ذریعے برادر عزیز مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ نے دیا تھا اور پھر لاہور سے محب مکرم حافظ عبدالرشید ارشد کی فرمائش ـــ موسم ابھی نہ تھا اس لیے تھوڑی مقدار میں یہ برگِ سبز سنبھال ہم واپس ہوئے۔ گفتگو کا رخ انہی حضرات کی قربانیوں کی طرف تھا وہاں مقبوضہ کشمیر کے ایک بوڑھے مہاجر صاحب سے ملے جو قریب ہی ایک جھونپڑی میں مقیم ہیں اور انہوں نے وہاں ایک چھوٹی سی سجدہ گاہ بنا رکھی ہے ان کا کہنا تھا کہ یہاں اوقاف کی جگہ وافر مقدار میں ہے اس پر ایک مسجد و مدرسہ اور سرائے کی ضرورت ہے ہم نے اس بات کو پھیلانے کا ان سے وعدہ کیا اور واقعتہ یہ وہاں کی شدید ضرورت ہے (اس پر ہمارا اداریتی نوٹ ہے الگ سے ملاحظہ فرمائیں) ان صاحب نے یہ بھی تبلایا کہ یہاں کے بعض مقامی باشندے میری پریشانی کا سامان فراہم کرتے ہیں سن کر افسوس ہوا۔ اے کاش اہلِ اسلام ایک دوسرے کا احترام سکھیں ان کے ہادی برحق نے تو غیروں کا احترام بھی سکھایا ہے۔

جلسہ تعزیت میں تقریریں

واپسی ہوٹل میں ہوئی دس بجے جلسہ تعزیت شروع ہوا جو نماز ظہر کے وقفہ کے ساتھ ۳ بجے تک جاری رہا۔ مولانا المحترم المرحوم کے صاحبزادے میاں عبدالرحمٰن صدر محفل تھے بزرگ عالم مولانا غلام ربانی سٹیج سیکرٹری۔ علاقہ بھر کے علماء موجود تھے مقامی خطیب قاضی خلیل احمد، مولانا عزیز الرحمٰن کوہاٹی استاد، مفتی محمد نعیم صاحب شنکیاری، مولانا عبدالمنان خطیب ڈاوڈر، قاضی فضل ربی صاحب مانسہرہ، ہارون بادشاہ کے لڑکے شہزادہ گستاشپ چیئرمین یونین کونسل سم الٰہی منگ، قاضی مہدی زمان نمانڈری ممبر ڈسٹرکٹ کونسل حاجی رحمت اللہ امام مسجد مرکزیہ میاں ولی الرحمٰن چیئرمین ستبنی اور جناب اسمٰعیل ممبر ڈسٹرکٹ کونسل کے علاوہ مولانا عبدالرؤف فاروقی ـــ مولانا مقبول الرحمٰن قریشی قاری عبدالعزیز جلالی، مولانا عبدالحکیم راولپنڈی اور احقر نے تقریریں کیں۔ ہر مقرر نے مولانا کے مختلف خصائص پر اپنے مشاہدات کی روشنی میں خطاب کیا ساتھ ہی سابقہ حالات کے حوالے سے "تاریخ آزادی" کے مختلف مراحل پر گفتگو کی۔ ملک کو جو خطرات لاحق ہیں ان کے متعلق حکمرانوں اور عوام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔

مولانا عبدالحکیم نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح مولانا محمد ابراہیم نے علاقہ کے غرباء کے بچوں کی تعلیمی اور معاشی سرپرستی کی اور کس طرح وہ ہر تحریک میں ہراول دستہ میں شریک رہے انہوں نے ملکی سرحدات پر منڈلانے والے خطرات اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نوجوانوں کو بطور خاص توجہ دلائی۔

قاری عبدالعزیز جلالی نے مرزائیت کے سلسلہ میں تازہ بے چینی پر روشنی ڈال کر سنبھل جانے پر زور دیا۔ قاری مقبول الرحمٰن نے مولانا کی درد مندی، ملی درد پر تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام شریعت کے حوالے سے روشنی ڈالی، مولانا عبدالرؤف فاروقی نے مولانا کے استغناء، خدا خوفی اور خورد نوازی پر تبصرہ کیا۔ احقر نے مرحوم کی دینی غیرت کے حوالے سے "تاریخ کی کڑیاں ملاتے ہوئے مجاہدین حریت اور شہداء بالاکوٹ کا ذکر چھیڑ کر مجمع کو ایک خاص کیفیت سے دو چار کر دیا۔

جلسہ کے اختتام پر برادرِ عزیز میاں عبدالرحمٰن کی دستار بندی ہوئی دعا ہوئی اور ہوٹل میں عوام و خواص کو ایک ہی دسترخوان پر ایک ہی کھانا کھلا کر سنتِ مصطفوی زندہ کی گئی۔ اچھا ہوا کہ اس مجمع میں کوئی پیشہ ور مقرر یا مریض خطیب کوئی نہ تھا۔ ورنہ بے چارے

شیخ عبدالقادر جیلانی کی دینی حمیت

خلیفہ عباسی المقتفی لامراللہ نے یحیٰی بن سعید جیسے ظالم کو قاضی بنا دیا۔ اس پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی حمیت بھڑک اٹھی۔ اور انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم نے انتہائی ظالم و جابر مسلمانوں پر مسلط کر دیا۔ کل خدا کے ہاں کیا جواب دو گے۔ خلیفہ اس پر کانپ اٹھا۔ اس نے فوراً اس ظالم حاکم کو معزول کر دیا (قلائد الجواہر)

منتظمین پریشان ہوتے۔

- - - - - - - - -

ہمیں افسوس ہو رہا تھا کہ قوم کے بچوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے والے حضرات کے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہو رہی ہے؟ اس کے بعد اسی نوع کے واقعات اسلام آباد اور پشاور میں پیش آئے اور قلق ہوا اور یہ سب ایسے موقعہ پر ہو رہا ہے جب ایک صوبہ کے انتظامی سربراہ کی اہلیہ عورتوں سے مل کر جلوس نکال رہی تھی اور ایک قرآنی پروگرام کو بند کرانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں — فیا للعجب اساتذہ کی بات چیت سن کر ڈسٹرکٹ کونسل مانسہرہ کے رکن حاجی رحمت اللہ صاحب کے ڈیرہ پر جانا ہوا۔ مقصد ان کے مرحوم بھائی کی تعزیت تھی جو چند دن پہلے اچانک انتقال کر گئے عصر کی نماز انہی کی مسجد میں ادا کر کے تعزیت کی انہوں نے کمال درجہ خلوص سے سب مہمانوں کی چائے سے تواضع کی۔ اور وہاں سے رخصت ہو کر ہم واپس شہر بالا کوٹ آئے۔ حضرت سید صاحب سے منسوب مسجد و مدرسہ۔ شہر کے در و دیوار اور وادی کے نشیب و فراز پر ایک نظر ڈالی مولانا عبدالحنان مرحوم کے صاحبزادے عزیزی مفتی مسعود سے ملنے ان کی دکان پر گئے وہ نہ ملے تو احباب کے انتظام کے تحت واپسی ہوئی۔

مولانا محمد ابراہیم کے گاؤں میں

مغرب کی نماز شنکیاری سے ذرا آگے راستہ کی ایک مسجد میں ادا کی۔ مانسہرہ پہنچ کر شاہراہ قراقرم پر ہو لیے اور ٹاؤن کے خطیب محترم مولانا عبدالحنان کو چھوڑ کر سم منگ الٰہی چلے گئے جو گاؤں ہے مولانا محمد ابراہیم مرحوم کا مشہور مسلم لیگی رہنما خان محمد حنیف خاں اور بادشاہ خان یہیں کے رہنے والے ہیں۔ بادشاہ خان نے ۵۲ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنی جماعت کے اجتماعی مزاج کے برعکس بڑی قربانی دی ان کی اسی قربانی کے سبب حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، اور امیر شریعت السید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ ایک وقت میں ان کے مہمان ہوئے۔ علاقہ بڑا سرسبز ہے۔ آبشاروں کا شور عجیب سماں پیدا کرتا ہے۔ بل کھاتی ندیاں اور ہرے بھرے درخت آدمی کا دل موہ لیتے ہیں۔ قدرت نے اس علاقہ کو فیاضی سے سرفراز فرمایا ہے۔ آسمان پر گھرے ہوئے بادلوں نے اور سماں پیدا کر رکھا تھا لیکن ہم ڈر بھی رہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی تو ۔؟ خیر ہارون بادشاہ کے ڈیرے پر گاڑی کھڑی کر کے چند فرلانگ کا فاصلہ پیدا طے کیا۔ راستہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز عشا سے فراغت حاصل کی اور مولانا کے ڈیرے پر پہنچ گئے۔ آپ کے عزیزان نے ہمیں آرام و سکون پہنچانے میں حد درجہ مشقت سے کام لیا اللہ تعالیٰ ہی انہیں اس کی جزا دینے والے ہیں اور لطف یہ کہ ہم کمرہ میں گھسے اور بارش شروع ہو گئی جس کا سلسلہ ساری رات جاری رہا اور اگلی صبح جب ہم نماز سے فارغ ہو کر مکان سے متصل مولانا کی قبر پر گئے تو آسمان نے بھی ہمارے ساتھ آنسو بہانے شروع کر دیئے ایک مختصر سا قبرستان جس میں فی الوقت محض چار قبریں ہیں اس میں کھڑے ہو کر دنیا کی بے ثباتی آنکھوں میں گھوم گئی۔ مولانا کا وجیہ چہرہ، مسکراتے ہونٹ اور خلوص و مروت سبھی کا تو نقشہ کھنچ گیا۔ کیسے لوگ تھے — آہ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیئے

اس سفر میں علاوہ دوسرے رفقاء کے قاری

حضرت مولانا رسول خاں کے مزار پر

چند گھڑی وہاں ٹھہر کر واپسی ہوئی، ناشتہ

کر کے ان در و دیوار پر حسرت کی نظر ڈالتے ہوئے واپس ہوئے اب ہماری منزل اچھڑیاں نامی گاؤں تھا۔ استاذ الکل حضرت العلامہ مولانا رسول خاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے کون ناواقف ہے۔ اسی گاؤں کے باسی تھے۔ دارالعلوم دیوبند، اورنٹیل کالج لاہور اور جامع اشرفیہ لاہور میں طویل عرصہ تک درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے والا یہ عبقری انسان گاؤں کے قبرستان کے ایک کونے میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مرقد پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے قبر پر کھڑے مولانا کا عالمانہ وقار اور معصوم و دل آویز شخصیت کا عکس سامنے آ گیا — رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بفہ اور مولانا غلام غوث

اور اب ہمارا رخ بفہ کی طرف تھا راستہ میں کوہ و دامان کا طویل طویل سلسلہ ہے۔ اور جب بفہ پہنچتے ہیں تو ابتداء ہی میں وسیع تر رقبہ میں قصبہ کا قبرستان ہے۔ ہزارہ ڈویژن میں بفہ اور شنکیاری دو بڑے اہم اور لمبے چوڑے قصبات ہیں اور ہمارے لیے تو بفہ اس لیے مرکزِ نگاہ ہے کہ: یہاں کی خاک میں دو بڑے آدمی محوِ آرام ہیں — میری مراد حضرت الشیخ العلام مولانا غلام رسول اور مجاہد ملت مولانا غلام غوث رحمہما اللہ تعالیٰ سے ہے۔ مولانا غلام رسول دارالعلوم دیوبند کے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہ بھی ان کے شاگرد تھے۔ رہ گئے مولانا غلام غوث تو گزشتہ نصف صدی کی تاریخ حریت و نفاذ اسلام اس مرد درویش کے بغیر بالکل نامکمل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا قابل فخر سپوت، اساتذہ دارالعلوم کی آنکھوں کا تارا، جمعیۃ طلباء کا بانی، حیدر آباد دکن میں صحابہ دشمنی کا زہر ختم کرنے اور بدعات و رسومات کی جڑوں پر کلہاڑا چلانے والا، مجلس احرار اسلام کا صفِ اول کا رہنما، جمعیۃ علماء اسلام کی تاسیس ثانی میں امام لاہوری کا دست و بازو، پاکستان میں علماء کی قوت و طاقت کو منظم کرنے کا سہرا اس کے سر تھا۔ پر افسوس کہ ملک میں سامراج کے مہروں نے خوفناک سازش کر کے اہلِ دین کی اس طاقت پر زبردست وار کیا اور آخر وہ مجاہد انسان کٹ کر رہ گیا — تاہم وہ نہ جھکا اور نہ بکا اس نے تنہائی کا صدمہ سہہ لیا لیکن اپنے مقاصد سے دستبردار نہ ہوا اور اس کے جو رفقاء کوچۂ رقیب میں سر کے بل گئے وہ بالآخر یہ سوچنے لگے کہ یہی رقیب ہماری خانماں بربادی کا باعث ہے لیکن اصلاح احوال کی غرض سے ذاتی وقار کی قربانی تو ہر کسی کا کام نہیں۔ سلام ہو۔ غلام غوث کی روح پر جو مجسم دینی غیرت تھا۔ اس کی مرقد پر حاضری دی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا اور پھر احباب کی خواہش پر اس بہادر انسان کا نیم پختہ مکان دیکھنے گئے۔ اس معمولی نوعیت کے مکان میں اس مردِ حق آگاہ کی زندگی گزری جس سے درباروں کے دل دہل جایا کرتے تھے اور جس کی ایک آواز پر حکمرانوں کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہو جاتا — قریب ہی مولانا کے بھائی مولانا فقیر محمد کا مکان ہے۔ ۸۴ سال کی عمر، مجذوب صفت، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، کالج کے وائس پرنسپل ہو کر ریٹائرڈ ہوتے۔ نیکی و شرافت اور تقویٰ و طہارت کو ان پر ناز ہے ان سے ملے ڈھیروں دعائیں دیں اور پھر ہم واپس چلے۔ مانسہرہ پہنچے تو احباب سے رخصت لی۔ ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہماری خاطر اتنی زحمت برداشت کی

ایک ابوالکلامی سے ملاقات

اب ہم ایبٹ آباد پہنچے سابقہ ضلع ہزارہ اور موجودہ ہزارہ ڈویژن کا صدر مقام خوبصورت وادی اور رنگا رنگ شہر۔ قدرے یہاں رکے مقصد ایک ۸۴ سالہ بوڑھے کی ملاقات تھی جو پولیس لائن کے عقب میں رہتا تھا۔ نام شیر بہادر خان، پنی قوم کا باسی، پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر، اکل کھرا مسلمان۔ خدام الدین کے قاری ابوالکلامیات کے کالم سے واقف ہوں گے یہ انہی ڈاکٹر شیر بہادر صاحب کا فیض ہے۔ امام الہند مولانا آزاد سے عشق کی حد تک تعلق، مولانا کی کتابوں اور تحریرات کے گویا حافظ۔ مزے مزے سے انہیں بیان کرنا اور سنانا — ۲۰ء سے ۲۵ء تک لاہور میں زیر تعلیم رہے اس کے بعد لاہور نہیں آئے۔ حیرت کا مقام ہے شیرانوالہ سے باہر مولانا قصوری نے جذباتِ حریت رکھنے والے نوجوانوں کی بیٹھک بنا رکھی تھی۔ ڈاکٹر صاحب وہاں آتے

جانتے۔ قصوری مرحوم اور ڈاکٹر صاحب میں باہمی رشتہ یہی جذبات حریت کی ہم آہنگی تھی اور دونوں امام الہند کے مرید صادق۔ یہیں مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے ورکس میں سٹور کیپر ہوئے۔ دفتر بارشیہ کھول کر بیٹھ گئے مجاہدین چمرقند سے مولانا لاہوری کے تعلقات اور ان کی خاطر مختلف النوع اشیاء اور نقد سرمایہ بھجوانا ایک امر واقعہ ہے ایک آدھ قصہ ڈاکٹر صاحب نے سنایا کہنے لگے کہ حضرت لاہوری جتنے بڑے مجاہد تھے اس کا عام لوگوں کو اندازہ نہیں۔ کچھ دیر ان کے پاس رہے بڑی خوشی و مسرت کا اظہار کرتے رہے۔ موصوف کے تین صاحبزادگان ہیں تینوں بیرونی ممالک میں تھے اب سب سے چھوٹے کو انہوں نے واپس بلا لیا ہے اس کے لیے دعا کا کہنے لگے کہ وہ یہاں مطمئن ہوکر زندگی گزارے چلے تو حضرت مولانا عبیداللہ انور کے لیے بطور خاص سلام فرمایا دعا کا کہا اور ہم وہاں سے نکل کر دوگانہ ظہر (بوجہ مسافرت) ادا کرتے اڈہ پر آگئے بارش نے آ لیا اور پھر مسلسل راولپنڈی تک موسلا دھار بارش بلکہ ٹیکسلا سے اسلام آباد تک بے پناہ ژالہ باری — اپنے گناہوں کا شدید احساس ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت کے سامنے کون دم مارے۔ مارچ ختم ہونے کو ہے اور ملک میں بارشوں کا یہ سلسلہ۔ آخر ہمارے اجتماعی گناہ ہی ہیں۔ ہم نے ۳۵ برس دین اسلام اور عوام سے دھوکے کیے۔ اب تو وہ نسل مٹ گئی جو لٹ پٹ کر پاکستان وارد ہوئی تھی۔ ہماری سہولت کو کھا جانے

تو خون انسانی کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ ہزاروں بچیاں اس آزادی کی نذر ہو گئیں — اسلامی نظام کا مسئلہ تھا وہ آج تک نہ ہو سکا بلکہ عام دوائر میں شرافت و عدالت سے بھی ہم محروم رہے۔ محروم ہیں مشرقی پاکستان کٹا۔ ہمارے لیے زبردست تنبیہ تھی پر ہم نے کچھ محسوس نہ کیا اس سے قبل ۱۹۶۵ء کا سال ہماری موت و حیات کا سال تھا۔ قدرت نے مہربانی فرمائی لیکن ہمارے دل ایسے پتھر ہو چکے ہیں کہ نہ کسی انسان کا ہم پر اثر ہوتا ہے نہ کسی تنبیہ کا — خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے ہمارا رخ درست ہو جائے۔ محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کی سیرت و اسوہ کو اپنانے کی ہمیں توفیق مل جائے تو سارے مسائل حل ہو جائیں — بہرحال حضرت والدِ گرامی مولانا محمد رمضان کے یہاں پہنچے رات وہاں کٹی۔ والدین کی دعائیں بھی کتنا بڑا سرمایہ ہے اور پھر بہن بھائیوں کا خلوص، بچوں کی خوشیاں۔ قدرت نے انسان کے سکون کے لیے کیا کیا سامان پیدا کیے ہیں اگلی صبح لاہور کے لیے واپسی ہوئی اور یوں یہ یادگار سفر اختتام پذیر ہوا۔

شہدائے بالاکوٹ کا ہم پر حق

ان سطور کے آخر میں ایک بار پھر اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ حضرات شہدائے بالاکوٹ ہمارا عظیم سرمایہ تھے ان مردانِ حق آگاہ نے اپنی زندگیاں دین اسلام اور ملی آزادی کے لیے قربان کر دیں۔ ان کی پختہ قبریں یا وہاں میلوں اور عرسوں کا اہتمام یا مزارات پر عمارات اور گنبد کی بات تو ہم نہیں کرتے کہ یہ سب باتیں خلاف سنت ہیں اور یہ حضرات سنت کے احیاء کے لیے ہی گھروں سے نکلے تھے تاہم اتنا تو ضروری ہے کہ وہاں ایک مسجد بنائی جائے اوقاف کی جگہ بہت پڑی ہے ویسے بھی لوگ جگہ دینے کو آمادہ ہو جائیں گے۔ مسجد کے ساتھ دینی مدرسہ اور ایک سرائے ہو تاکہ آنے جانے والے قدرے سکون حاصل کر سکیں۔ زندہ قومیں اپنے محسنوں کو یاد کرتی اور اس انداز سے ان کی یادگاریں قائم کرتی ہیں جن کا نفع عام ہو — مرکزی حکومت، صوبائی حکومت اور مانسہرہ کی ڈویژن کونسل سبھی اپنی ذمہ داریاں کا احساس کریں تو بات مشکل نہیں — ساتھ ہی عام اہل اسلام سے بالعموم اور اس قافلہ سخت جان کے ورثا سے بالخصوص یہ کہنا ہے کہ ان مردان باصفا کی زندگیاں جس نہج سے گذریں اسی انداز سے ہمارے شب و روز گذرنے چاہئیں۔ آج الحاد و مادیت کا زور ہے دینی قدریں مٹ رہی ہیں۔ ان سے نسبت کا حق تب ہی ادا ہوگا کہ ہم طارق کی طرح سفینے جلا کر خدا کے دین کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دیں — اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے۔

ہمارا مسلک و نظریہ

جہاں روشن است از جمال محمد ﷺ
دلم زندہ شد از وصال محمد ﷺ
خوشا چشم کو بنگرد مصطفےٰ را
خوشا دل کہ دارد خیال محمد ﷺ

غیب سے رزق ملنا

مولانا ابو المظفر ظفر احمد قادری واہگہ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (پ۲۸) وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا — اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ یعنی طلب اسباب میں اجمال اختیار کرو۔ کیونکہ جو رزق مقدر ہے اور مقسوم ہو چکا ہے وہ مل کر رہے گا۔

اب ذیل میں چند عارفین اولیائے کرام کے واقعات درج ہیں۔ جو ہم سب کے لیے عظمت و نصیحت اور عبرت کا مرقع ہیں۔

چوہے کی بل سے اشرفیاں

۱۔ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا جو مقداد رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں فرماتی ہیں کہ (ہم) لوگ اپنی قضائے حاجت کے لیے دو دو تین تین دن کے بعد جایا کرتے تھے اور اونٹ کی مینگنی کی طرح پاخانہ کرتے تھے۔ ایک دن کی بات ہے کہ حضرت مقداد رض اپنی حاجت کے لیے نکلے یہاں تک کہ حجبہ (ایک جگہ ہے) پہنچ گئے۔ ایک ویران جگہ پر آپ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بڑے چوہے نے اپنے بل میں سے ایک اشرفی نکالی اور ان کے آگے ڈال دی پھر وہ برابر ایک ایک کر کے اپنے بل سے سترہ اشرفیاں لایا اور سامنے ڈال گیا۔ حضرت مقداد نے وہ اشرفیاں اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں لائے اور پورا واقعہ بیان فرمایا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو نے چوہے کی بل کے اندر ہاتھ داخل کیا تھا۔ آپ نے عرض کیا نہیں — آپ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے) یہ مال تیرے لیے حلال ہے پاک ہے۔ اس میں کچھ صدقہ کرنا بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے حضرت ضباعہ رض فرماتی ہیں اور پھر ان میں سے ابھی ایک دینار باقی تھا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر چاندی کے ڈھیر تھے (ابو نعیم)

ایک تصویر کا اشارہ

سائب بن اقرع رض سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن میں عامل بنا کر بھیجا۔ یہ کسریٰ کے محل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک تصویر کی طرف نظر گئی جو ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ حضرت سائب رض فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ خزانہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ پھر میں نے وہ مقام کھودا تو واقعی اس جگہ سے بہت بڑا خزانہ نکلا۔ اس کی اطلاع سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئی اور یہ بھی لکھا کہ یہ ایسا مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بغیر مسلمانوں کے بطور نفے کے دیا ہے۔ (میرا ہونا چاہیے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ تو ایک مسلمانوں کے امیر ہیں سے امیر (حاکم) ہے لہٰذا اس کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیجئے۔ (اخرجہ الخطیب)

ایک ہرن کا اشارہ

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سائب مہرجان کی فتح میں حاضر تھے آپ مہرجان

کے محل میں داخل ہوئے تو ایک ہرن پتھر کا بنا ہوا ملا۔ وہ ایک طرف اپنا ایک ہاتھ پھیلائے ہوا تھا۔ حضرت سابٹؓ نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں وہ ہرن کسی چیز کی طرف اشارہ کر رہا ہے پھر اس طرف غور کرکے کھودا تو ہرن ان کا بہت بڑا پوشیدہ خزانہ تھا جس میں ایک کنڈی تھی جو جواہرات سے بھری ہوئی تھی۔ (ابن ابی شیبہؒ)

چکّی کا خود بخود چلنا

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا واقعہ ہے وہ اپنے گھر آیا اور اس نے اپنے گھر والوں پر تنگی فقر و فاقہ دیکھا پھر وہ اپنے رب سے مناجات دعا کرنے جنگل کی طرف گیا تاکہ تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے سوال کرے۔ ادھر اس نیک بی بی نے دیکھا کہ شوہر اللہ تعالےٰ سے مانگنے گیا ہے۔ اس نے اٹھ کر تنور جلایا اور چکّی کا گرانڈ صاف کیا کہ کچھ آئے تو جلدی بچوں کو تیار کرکے کھلاویں، پھر دعا کی کہ یا اللہ ہمیں رزق عطا فرما ہم تیرے محتاج ہیں۔ تیرے غیر سے ہم نے اپنی اُمید منقطع کر لی ہے تو خیر الرازقین ہے اپنے پاس سے ہمیں روزی عطا فرما۔ پھر اس بی بی نے جو نظر اٹھائی دیکھا کہ چکّی چل رہی ہے آٹے سے گرانڈ بھرا ہوا ہے پھر تنور کے پاس آئی دیکھا کہ غیب سے پکی ہوئی روٹیوں سے تنور بھرا ہوا ہے چکّی برابر آٹا نکال رہی ہے جب کچھ دیر بعد اس کا خاوند آیا اور پوچھا کچھ آیا۔ یہ روٹیاں کیسے تیار ہوگئیں بیوی نے کہا ہاں یہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے رزق عطا فرمایا ہے اور غیب سے دیا ہے۔ پھر واقعہ سنایا خاوند کو بڑا تعجب ہوا وہ اٹھ کر چکّی کے پاس گیا اور فرط خوشی میں چکّی کا پڑ اٹھایا کہ دیکھوں یہ آٹا کہاں سے آرہا ہے (چکّی رک گئی) پھر جب یہ واقعہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا گیا۔ آپؐ نے سارا واقعہ سن کر فرمایا۔ جان لو اس میں کوئی شبہ نہیں اگر وہ شخص چکّی کو اوپر نہ اٹھاتا تو یہ چکّی مسلسل قیامت تک چلتی رہتی اور اس میں سے آٹا نکلتا رہتا۔ (احمد ۔ مشکوٰۃ)

لبِ لباب

مذکورہ بالا واقعہ کی صورت میں خدا کی قدرت کا جو کرشمہ ظاہر ہوا وہ درحقیقت فقر و فاقہ پر صبر اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پہ کامل اعتماد و توکّل کرنے کا نتیجہ تھا واضح رہے کہ یہ واقعہ کسی پچھلی اُمّت کے کسی شخص کا نہیں بلکہ اسی اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰت والتسلیم کے ایک فرد کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پیش آیا تھا۔

(مظاہر حق جدید ص۲۳ جلد۴ - قسط۱۰)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنی ذات عالی پر توکّل تام اور یقین کامل نصیب فرمائے (آمین)

ص۲۶ سے آگے

ہر شعبہ میں قابل ذکر عرب نام اور قابل ذکر عرب کارنامے موجود ہیں جو ممتاز خصوصی کارناموں سے کہیں آگے جاتے ہیں۔ منگولوں کی عارضی سلطنت قائم ہوئی لیکن نئے تمدن کا ظہور نہیں ہوا۔ اور آخر میں ٹڈی دل لشکر صحرائے گوبی میں واپس جاتا ہے تو تباہیوں اور بربادیوں کے سوا کوئی نشان نہیں چھوڑتا۔

لیکن عربوں کے ساتھ ایسی بات نہیں۔ وہ مفتوحہ علاقوں میں اپنے ساتھ نئی تعمیری قوتیں لے کر گئے ـــــ

سلطنت کی حقیقت

اِن قوتوں میں حقیقت خود وہ سلطنت تھی۔ جو قائم ہوتی سمجھ گیا ہوگا کہ عرب حملہ آور صحرائی لوگ ہیں۔ یہ روایتی قبائلی یورش اور لوٹ مار کرکے بھاگ جائیں گے۔ لیکن اِس کے بالکل برعکس عربوں نے اپنی فتوحات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ فی سبیل اللہ

یعنی اللہ کی راہ میں کر رہے ہیں۔ ان سے اِن کی مراد یہ تھی کہ وہ انسان کے لئے ایک نیا سماجی نظام لا رہے ہیں۔ اس سلطنت کے حقائق اور تصورات سے نئے تلمذ کی شناخت کے اظہار کی خاطر ایک نئے معاشرتی ضرورت پیدا کردی۔ یعنی یونانی ۔ شامی مصری جو اپنی الگ الگ تاریخ اور روایات رکھتے تھے سب مل کر

اِسلامی ثقافت میں عربوں کا کردار

مسلم تہذیب کی اہم خصوصیت عربی زبان اور اس کے اثرات ہیں

تحریر سید عطاء الرحمٰن جعفری بی۔ اے (آنرز)

عالمِ عرب جدید بھی ہے اور قدیم بھی۔ نئی عرب دنیا کو وجود میں آئے کوئی پچاس سال ہو رہے ہیں سلطنتِ عثمانیہ کی تباہی کے بعد اس کے ملبے سے اس کا وجود ابھرا۔ یہ آہنی سیاسی شناخت اور تشکیل کے لحاظ سے نئی ہے۔ اس کی تشکیل بنیادی طور پر ان قومی مملکتوں پر مشتمل ہے۔ جن کا جنگِ عظیم سے پیشتر کوئی وجود نہ تھا۔ اور آبادیاتی پابندیوں کے بغیر اسے اپنی قسمت آپ متعین کرنے کی نئی نئی آزادی ملی۔ یہ معاشرتی ۔ معاشی اور ثقافتی عزائم اور ارادوں کے لحاظ سے اور مہذب دنیا کے سائنسی اور فنی طریقے اپنانے کے لحاظ سے نئی ہے۔ جدت کے اس پُر امنگ ماحول میں مستقبل کی کامیابیوں کے تمام امکانات کے ساتھ عرب کا ماضی بعید کچھ غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وہ کامرانیاں اب سے صدیوں پہلے ایک ایسی دنیا میں ہوئی تھیں جس سے آج ہم تمام آشنا ہیں۔ ایک عربی مقولہ ہے "مافات مات"، یعنی گزر گیا وہ مر گیا۔ لیکن یہاں ایسی بات نہیں۔ آدمی اپنے ماضی سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اسطرح وہ گویا اپنی آبا کی میراث سے انکار کرتا ہے۔ ماضی زندہ رہتا ہے صرف تاریخ کی شکل میں۔ بلکہ اس سے زیادہ قوم کے کردار اور شناخت کی شکل میں موجود رہتا ہے۔ چاہے قوم اس سے بے خبر ہی کیوں نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ عربوں کا ماضی گونج رہا ہے۔ اور اس گونج میں جدید دنیا کے لئے سیکھنے کے قابل اسباق اور استعمال کرنے کے قابل وسائل موجود ہیں۔ صحیح معنوں میں یہ ماضی نشاۃ ثانیہ کا ایک ذریعہ ہے۔

ساتویں اور آٹھویں صدی کی قدیم دنیا میں فتوحات نے دو عظیم اور مستقل اثرات مرتب کئے۔ ایک فوری اور ڈرامائی اثر یہ ہوا کہ بحیرۂ روم کے پاس اور مشرق قریب میں ایک نئی عالمی مملکت وجود میں آئی۔ ان فتوحات اور ثقافت دونوں کا عہد جدید کی تشکیل پر گہرا اثر پڑا۔

عالمِ عرب کی مملکت شہنشاہی نظام کے تحت وجود میں آئی۔ اسقدر تیزی کے ساتھ کہ تاریخ میں اس کی مثال شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔ منظر عالم پر نمودار ہونے کے بعد ایک صدی کے اندر ہی عرب فرانس کی سرحد پر پائیرنیز سے لیکر وسطِ ایشیا میں پامیر تک چھا گئے۔ سپین شمالی افریقہ، مصر اور مشرق میں سلطنت فارس کو زیرِ نگیں کرکے ایک ایسی شہنشاہیت میں شامل کردیا جو سلطنت روما کے عروج کا ہم پلہ ہوگی۔ تاہم یہ نئی اقلیم مستقل طور پر محض عرب بن کر رہ گئی۔ مشرق سے مغرب تک تین ہزار میل کے احاطے میں پھیلی ہوئی اس مملکت پر جس میں مختلف خطہ جات کی اقوام شریک تھیں۔ ایک مرکزِ اقتدار پر بیٹھ کر ایک خاندان کے لئے حکومت کرنا ممکن نہ تھا ۔ ایک صدی سے کچھ زائد عرصہ تک فاتحین اپنے مقبوضہ ممالک کو یکجا رکھنے میں کامیاب رہے ۔ اس کے بعد علاقے الگ ہونے لگے ۔ اور غیر عرب مسلمانوں نے بھی مملکت اور معاشرے پر حکومت میں حصہ لینے کا حق حاصل کرنا شروع کیا۔ مغرب میں سپین ۔ شمالی افریقہ اور ایک حد تک مصر نے بھی شہنشاہی اقتدار کے خلاف جدوجہد کی اور آخر کار اپنی راہ پر چل پڑے۔ مشرق میں فارس نے طاقت حاصل کرلی اور مشرقی علاقوں کا حاکم بن گیا۔

تیرہویں صدی تک جب کہ منگولوں نے مسلم دنیا کو تہ و بالا کر ڈالا ۔ اصلی عرب شہنشاہیت کو ختم ہوئے ایک عرصہ ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ چھوٹی چھوٹی منتشر مملکتوں کے سلسلے۔ علاقائی طاقتیں اور متصادم حکمران وجود میں آگئے تھے۔ میں کچھ عرب حکمران تھے ــــــ

(باقی)

مجھ کو بغض اور نفرت نہیں چاہیے

○

مجھ کو دولت نہیں چاہیے دوستو! مجھ کو شہرت نہیں چاہیے دوستو!
جاہ و حشمت نہیں چاہیے دوستو! جھوٹی عظمت نہیں چاہیے دوستو!
مجھ کو تسکینِ دل چاہیے دوستو! مجھ کو آرامِ جاں چاہیے دوستو!

○

مَیں کسی حسنِ ظاہر کا گاہک نہیں مَیں کسی لعل و گوہر کا گاہک نہیں
مَیں کسی سیم اور زر کا گاہک نہیں مجھ کو سامانِ عشرت نہیں چاہیے
مجھ کو دردِ جگر چاہیے دوستو! مجھ کو سوزِ نہاں چاہیے دوستو!

○

نہ کسی شعلہ رُو کا تمنائی ہوں نہ کسی رنگ و بُو کا تمنائی ہوں
مجھ کو ایسی ملاحت نہیں چاہیے مجھ کو ایسی صباحت نہیں چاہیے
جس کے قول و عمل میں ہو یکسانیت ایسا قلب و زباں چاہیے دوستو!

○

دوست کوئی نہیں، کوئی دشمن نہیں کوئی صحرا نہیں، کوئی گلشن نہیں
دشمنوں کی عداوت نہیں چاہیے دوستوں کی محبت نہیں چاہیے
مجھ کو آہِ سحر چاہیے دوستو! مجھ کو شب کی فغاں چاہیے دوستو!

○

جو امیروں پہ ہو مہرباں دوستو! ہو غریبوں پہ بارِ گراں دوستو!

مجھ کو ابرِ کرم چاہیے دوستو!
مجھ کو برقِ تپاں چاہیے دوستو!

○

جن میں فرقہ پرستی کا آزار ہو جن کا ہر اک نمازی ریاکار ہو
مولوی جن مساجد کا بیمار ہو مجھ کو ایسی امامت نہیں چاہیے
اک لڑی میں پرو دے جو مخلوق کو ایسا شعلہ بیاں چاہیے دوستو!

○

مجھ کو سرمایہ داری سے نفرت سہی ایسے پرہیزگاروں سے نفرت سہی
اُن کا مال اور دولت نہیں چاہیے اِن کا زہد و ریاضت نہیں چاہیے
مَیں تو رندِ بلانوش ہوں دوستو! مجھ کو پیرِ مغاں چاہیے دوستو!

○

مَیں نہ اپنے زمانے کا سقراط ہوں مَیں نہ اپنے زمانے کا بقراط ہوں
مَیں نہ منصور ہوں اور نہ سرمد مگر مفتیوں کی عدالت نہیں چاہیے
ظلمِ چنگیز مجھ کو گوارا نہیں عدلِ نوشیرواں چاہیے دوستو!

○

ابرِ بارانِ رحمت مجھے چاہیے مصطفٰے کی محبت مجھے چاہیے
جامِ صہبائے وحدت مجھے چاہیے فرقہ بندی کی کثرت نہیں چاہیے
جو مٹا دے دوئی کے ہر اک نقش کو مجھ کو وہ جانِ جاں چاہیے دوستو!

○

بوذری ہوں مرا دین بھی فقر ہے میرے قرآں کا آئین بھی فقر ہے

فاتحہ فقر، یٰسین بھی فقر ہے ! سیم و زر مال و دولت نہیں چاہیئے
فقر کے کارواں سے ہوں بچھڑا ہوا مجھ کو وہ کارواں چاہیئے دوستو!

○

اُس بہشتِ بریں کا تمنائی ہوں ایسے دین مبیں کا تمنائی ہوں
ساری انسانیت سے جسے پیار ہو مجھ کو بغض اور نفرت نہیں چاہیئے
ہر طرف پیار کی جس میں نہریں بہیں مجھ کو ایسا جہاں چاہیئے دوستو!

○

شہر کی قید سے جو بہت دُور ہو دشت میں آشیاں چاہیئے دوستو!

○

میرے پیارے نبیؐ ! مَیں گنہ گار ہوں
مَیں گنہ گار ہوں ، مَیں سیہ کار ہوں
تیری الفت میں لیکن گرفتار ہوں
مجھ کو غیروں کی الفت نہیں چاہیئے
ہے یہی آرزو ، ہے یہی جستجو !!
بس یہی آستاں چاہیئے دوستو!

—— قلم برداشتہ ——

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے —— مدیر

تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی

سلفی مسلک کے مشہور عالم دین مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (گوجرانوالہ) کے مضامین کا یہ مجموعہ مولانا محمد حنیف یزدانی نے جماعتی جرائد سے مرتب کر کے اپنے مکتبہ نذیریہ جامع مسجد قبا چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور سے شائع کیا ہے جو بعوض -/۳۳ روپے وہاں سے دستیاب ہے۔ یہ کتاب ۵۱۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اچھے کاغذ پر اچھے انداز سے چھاپی گئی ہے۔

مرحوم مقالہ نگار اور فاضل مرتب دونوں ہی عدم تقلید کے بڑے مبلغ اور اس طبقہ کے ذمہ دار رہنما ہیں جو تقلید ائمہ میں جمہور امت کے خلاف رائے رکھتا ہے۔ اس لئے کتاب میں اسی ذوق کے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہ کی مساعی پر کلام کیا گیا ہے — حضرت شاہ صاحب بلاشبہ مجددین امت میں سے تھے۔ ایسے نابغہ اور عبقری لوگ روزانہ پیدا نہیں ہوتے۔ ان کا عظیم احسان اس ملک کے لوگوں پر یہ ہے کہ انہوں نے "رجوع الی القرآن" کا نعرہ پھونکا۔ اور اس راستہ میں تکلیفیں بھی برداشت کیں۔ علم حدیث کا چرچا ان کے اور ان کے خاندان کا رہینِ منت ہے اور مسلمان قوم کو مختلف النوع امراض پر متنبہ کرنا اور ان کی نجات و شفا کا راستہ بتلانا شاہ صاحب ہی کا کام تھا آپ کے بعد آپ کے چار صاحبزادوں پھر پوتے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور دوسرے لواحقین کی علمی و جہادی خدمات تاریخ کا ایک حصّہ ہے بلکہ اس کے بغیر تاریخ کی ہر دستاویز نامکمل اور ناقابل اعتبار ہے۔ اس تمامتر عظمت کے باوجود وہ حضرت امامنا الھمام السید ابوحنیفہ قدس سرہ کی تقلید سے گریزاں نہ تھے اور ان کا سوانح نگار اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے —— امام ابوحنیفہ قدس سرہ کا قول خود مرتب نے نقل کیا ہے کہ "جہاں تمہیں حدیث ملے وہاں میرا قول چھوڑ دو"۔

اسی طرح شاہ صاحب کے پیش رو زبردست حنفی عالم و مجدّد امام ربانی سرہندی کا ارشاد ہے "کہ اگر کسی شیخ سے کوئی بات خلاف شریعت ظاہر ہو تو مرید اس معاملہ میں پیر کی تقلید نہ کرے۔ نیز سلسلہ مجددیہ کے رجل رشید اور مشہور حنفی بزرگ حضرت مرزا مظہر جانجاں شہید کا ارشاد کشف و الہام کے متعلق موجود ہے کہ یہ چیز شریعت میں معتبر نہیں۔ اس لئے احناف کے متعلق ایسی بات کہنا کہ ان کے یہاں قیاس و اجتہاد کا زور ہے اور حدیث سے اعراض ہے کسی طرح مناسب نہیں۔ سید التابعین امام ابوحنیفہ قدس سرہ کی محدثانہ عظمت کے لئے ان کی کتاب "مسند امام اعظم" کافی ہے۔ اعتدال و توازن اور احقاق حق کے جذبہ سے بات ہو تو کوئی الجھاؤ نہیں رہتا۔ جمود بہرطور بُرا ہے لیکن ہر کس و ناکس کو اجتہاد کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔ احناف کے معاملہ میں اس قسم کی بات کسی کو نظر آتی ہے تو یہ نظر کا قصور ہے ورنہ حنفی علماء و محدثین کی علمی و دینی خدمات

تاریخ اسلام کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔

فاضل مقالہ نگار نے بعض مسائل میں ایسی گفتگو کی ہے جو ان کے مخصوص علمی ذوق کا پتہ دیتی ہے۔ ایسے علمی انداز پر نہ اعتراض کی ضرورت ہے نہ ناراض ہونے کی۔ علمی ابحاث سے طبائع میں جلا پیدا ہوتی ہے اور علمی اختلاف رحمت ہے۔

کتاب میں علمی مواد بہت ہے اس لئے یہ لائق مطالعہ ہے خدا کرے کہ امت کے اہل علم اپنے افکار کو علمی ابحاث تک محدود رکھیں اور کسی پر بے جا نقد و جرح سے گریز کریں۔

سیّجی سرکار

آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور کے اہتمام سے چھپی ہوئی یہ کتاب -/۱۰ روپے میں دستیاب ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی سیرت طیبہ پر عبدالکریم ثمر صاحب نے پنجابی زبان میں یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اس میں سولہ باب ہیں۔ حضور علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ کے ہر گوشہ پر گفتگو کی ہے ہمارے ملک کی زیادہ آبادی دیہاتی ہے اور دیہاتی ماحول میں بالعموم قصے کہانیوں کا بڑا چرچا رہتا ہے جو بہر طور افسوسناک ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ سیرتِ سرورِ عالم ؐ اور اور حضرات صحابہ کرام رضؓ کے تذکرے اس طرح پنجابی اور علاقائی زبانوں میں مرتب ہوں اور وہاں افسانوں کہانیوں کے بجائے انہیں پڑھا جائے کہ اس سے جہاں وقت گذرے گا وہاں سیّد دو عالم علیہ السلام کی سیرت و کردار سے آگاہی ہو گی۔ زندگی سنورے گی، آخرت کی فلاح نصیب ہوگی۔ یہ مبارک کوشش ہے۔ امید ہے کہ اہل ذوق اسے پسند کریں گے۔

صا۲ سے آگے

فتوحات کے ذریعہ جو عرب مملکت وجود میں آئی وہی عملی طور پر ازمنہ وسطیٰ کی مسلم دنیا میں تبدیل ہوگئی۔ یہ ایک ایسی سیاسی مملکت تھی جو مسلم مملکت کہلانے کی بجا مستحق تھی۔ جنہوں نے نسلی و قبائلی رشتوں سے ماورا ایک دینی برادری کی تشکیل کی۔ مسلمانوں کی اس تنظیم کے تحت دنیا میں ایک نئی ثقافت کی تشکیل ہوئی جسے عربی فتوحات کا دوسرا عظیم الشان نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔ یہاں تخلیق ہی جامع اور معقول اصطلاح ہے۔ عرب فاتحین متاثر کُن فوجی طاقت کے ساتھ آئے۔ لیکن اُن کے صحرائی وطن کی ثقافت بالکل سیدھی سادھی اور فسطائیت سے پاک تھی۔ وہ ممتاز تمدن جسے مسلم دنیا نے فروغ دیا۔ ترقی کی بلند ترین چوٹیوں پر پہنچ گیا۔ نئی مملکت نے جس تمدن کو جنم دیا وہ نئے نظام کے تشخص اور شناخت کے ساتھ دوسری اقوام میں بھی پھیل گیا۔ اس کے بڑے بڑے اجزائے ترکیبی مفتوحہ قوموں کی مختلف النوع زندگی اور روایات مثلاً کلاسیکی ادب۔ یونانی افکار۔ رومن لاء۔ شامی علوم۔ فارسی فنون تھے۔

جب فتوحات مسلمہ ہو کر ایک مستقل نظام میں ڈھل گئیں اور غیر معمولی اقتدار نے وسیع ثقافتی ترقی کو راہ دے دی۔ ۷۵۰ء میں بنو عباس کے عروج کے ساتھ نومسلموں نے جو اب نئے معاشرے میں کنارے کنارے رہتے چلے آ رہے تھے آگے بڑھ کر معاشرے میں آگئے اور اپنا ثقافتی ورثہ اور تمدن بھی ساتھ لائے۔ اس نظام کے تحت مسلم ثقافت کی غیر معمولی کامیابی نمایاں ہوگئیں۔ عربی ادب بام عروج تک پہنچ گیا۔ فقہ کے اصول مرتب کئے گئے۔ فلسفہ۔ سائنس اور طب کا رخ قدیم سے جدید راہ کی طرف کر دیا گیا۔ انہیں نئے رخ اور نئے مواد عطا کئے۔ مسلمانوں کا تمدن جو ہر طرح مالا مال اور مختلف النوع تھا اسلامی دنیا کے معاشروں کے لئے نشان راہ بن گیا اور اس نے انسانی تاریخ میں عظیم ثقافتی کامیابیاں حاصل کیں۔

عرب اور اسلامی ثقافت

مسلم ثقافت کے رنگین نقش و نگار کی بناوٹ و سجاوٹ کے لئے مواد عربوں نے فراہم کیا۔ ادب۔ دینیات۔

وہ مجھے بھول گیا ہو جیسے

یُوں نہ مِل ہم سے خفا ہو جیسے
ساتھ چل موجِ صبا ہو جیسے

چڑھتے سُورج نے جگا دی شبنم
آئینہ ٹُوٹ گیا ہو جیسے

بعض اوقات گذرتا ہے یہ وہم
وہ مجھے ڈھونڈ رہا ہو جیسے

کِھلتی کلیوں سے مہک پھُوٹ پڑی
اس کے آنگن کی ہوا ہو جیسے

دستِ گلچیں کا تشدّد دیکھو
پھُول نے جرم کیا ہو جیسے

شرم کو شرک کی حد تک نہ بڑھا
یوُں نہ چھُپ ہم سے خدا ہو جیسے

آج یوُں اس نے اڑائی ہے ہنسی
مجھ سے اللہ خفا ہو جیسے

سُرخرُو ہے میرے گلشن کی بہار
خوُن چہرے پہ ملا ہو جیسے

موت بھی آئی تو اس ناز کے ساتھ
مجھ پہ احسان کیا ہو جیسے

اس کے ملتے ہی گماں سے گذرا
وُہ مجھے بھوُل گیا ہو جیسے

زرد مہتاب ہے غنودہ در و بام
یہ قبروں میں دِیا ہو جیسے

خشک پتوں پہ پھواروں کی صدا
نامرادوں کی دعُا ہو جیسے

آج پھر اُن سے ملاقات ہوئی
دل پہ پھر زخم لگا ہو جیسے

نیم شب کنجِ گلستاں کا سکوت
خلوتِ غارِ حرا ہو جیسے

بعض اوقات تو یوُں دل دھڑکا
دُور تم کی صدا ہو جیسے

زندگی بِیت رہی ہے دانش
کوئی بے جرم سزا ہو جیسے

احسان دانش

ٹیلی فون نمبر ۶۴۹۸۴
ہفت روزہ خدام الدین
رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۰۰
منظور شدہ محکمہ تعلیم
قرآن پاک
پڑھئے — عمل کیجئے
اور دارین میں کامیابی حاصل کیجئے
بہترین طباعت سے آراستہ • عمدہ کاغذ • شاندار جلد
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا
مترجم و محشّٰی
قرآن عزیز
خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے
قسم اعلیٰ ۲۰/۰۰ روپے قسم اوّل ۰/۸۲ روپے قسم دوم ۵/۰۰ روپے قسم سوم ۵/۰۰ روپے
ناشر
انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور